ابن رشد اور علم کلام

عبید اللہ قدسی

قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد ابن احمد بن رشد الاندلسی المالکی چھٹی صدی ھجری کی ابتداء یعنی ۵۲۰ ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباء و اجداد بھی اہل علم تھے، ان کے خاندان کا علماء میں مستند مقام تھا، ان کے دادا قرطبہ کے قاضی تھے اور ابن رشد بھی قرطبہ کے قاضی القضات یعنی چیف جسٹس تھے۔

یورپ پر ابن رشد کا کس قدر اثر ہوا اور مسلمان ان سے کیوں ناواقف رہے یہ ایک تلخ داستان ہے، مسلمانوں کی ناواقفیت کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ ابن رشد کی وفات کے بعد اندلس میں تیزی کے ساتھ انحطاط شروع ہوا۔ چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے اندلس کی اجتماعی حالت نہایت ابتر ہو گئی ہے اور اسی بنا پر یہاں علوم و فنون کی کساد بازاری ہے، خصوصاً علوم عقلیہ کو یہاں اب کوئی نہیں پوچھتا،(۱) یہی وجہ ہے کہ ان کے عربی نسخے بہت کم شائع ہوئے، اور مشکل سے اندلس کے باہر گئے، اس کے علاوہ عربی کی قلمی کتابوں کی ہولناک بربادی جو کارڈنل زیمی کے حکم سے عمل میں آئی، (جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ غرناطہ کی شارع عام پر جو کتابیں جلادی گئیں ان کی تعداد اسی ہزار تھی) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تصنیفات کے عربی متن نادرالوجود ہوگئے۔

ابن خلکان اور صفدی جو مشاہیر اسلام کی انسائیکلوپیڈیا کے مصنف

ہیں ایک حرف ابن رشد کے متعلق نہیں لکھتے - جمال الدین قفطی نے ابن رشد کی وفات کے ایک عرصہ بعد تاریخ الحکماء مرتب کی وہ ابن رشد کا نام تک نہیں لیتا، حالانکہ اس نے اندلس کے بہت سے گمنام فلسفیوں کا تذکرہ کیا ہے - حاجی خلیفہ نے کشف الظنون، اسلامی کتابیات مرتب کرنے کی غرض سے تصنیف کی اس فہرست میں ابن رشد کی صرف تین کتابوں کا مختلف مقامات پر ذکر ہے - ابن الآبار نے تکملہ لکتاب الصلة میں صرف چار کتابوں کا ذکر کیا ہے، قاہرہ کے کتب خانے خدیویہ میں کل چار کتابیں موجود ہیں، ہندوستان کے کتب خانے مسجد آراہ میں تلخیص منطق کے صرف دو ٹکڑے پائے گئے ہیں،(۲) المجتہد و نہایت المقتصد علم کلام پر ابن رشد کی واحد تصنیف ہے جو ۱۳۲۷ھ میں پہلی مرتبہ دنیا میں شائع ہوئی،(۳) ابن رشد کی دوسری صرف دو کتابیں عربی میں شائع ہوئی ہیں، اور وہ بھی یورپ سے نقل کرنے کے بعد، ان کی تصانیف کی زیادہ تر اشاعت عبرانی اور لاطینی زبانوں میں ہوئی ہے-

اس وقت ابن رشد کی تصنیفات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، ابن ابی اصیبعہ کے بیان کے مطابق ان کی کل تعداد بچاس ہے،(۴) لیکن اسکوریال لائبریری میں ابن رشد کی کتابوں کی تعداد ۸۷ ہے یہ طب، فلسفہ، علم کلام، فقہ، اصول فقہ ، علوم نحو، علم ہیئت وغیرہ کی کتابوں پر مشتمل ہیں -

یورپ کی بہت سی لائبریریوں میں ابن رشد کی کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے جس کی تفصیل رینان کی کتاب ابن رشد و فلسفہ ابن رشد میں درج ہے-

بعض عربی نسخے عبرانی خط میں لکھے ہوئے ہیں اور بعض عبرانی میں تراجم ہیں، ان کی بھی تفصیل رینان نے لکھی ہے - گذشتہ صدی کی معلومات کے مطابق ابن رشد کی فلسفہ میں اٹھائیس کتابیں یورپ میں مشہور ہوئیں،

طب میں بیس کتابیں موجود ہیں، فلسفہ اور اصول فقہ میں آٹھ کتابیں، علم کلام میں چھ کتابیں ہیں اور علم ہیئت میں چار کتابیں اور علوم نحو میں دو کتابیں ہیں، یہ سب یورپ میں موجود ہیں۔

یورپ نے ابن رشد سے کافی فائدہ اٹھایا اس لئے کہ دسویں صدی عیسوی سے اندلس میں عربی زبان مسلمانوں اور یہود و نصاری سب کی مشترکہ زبان تھی، وہی اس سرمایہ کے وارث ہوئے اور اس طرح یہ سرمایہ بآسانی یورپی زبانوں میں منتقل ہوا۔

اسپین کی تباہی کے بعد ابن رشد کے یہودی تلامذہ ان کی تصنیفات کا بیشتر حصہ اپنے خاندانوں کے ساتھ ہجرت کے وقت اپنے ساتھ یورپ کے دوسرے ممالک لیتے گئے،(۵) چنانچہ اندلس کی ابتری کا نقشہ کھینچتے ہوئے ابن خلدون نے اسی وقت نشاندھی کی تھی، ''سنا ہے فرنگستان میں علوم عقلیہ کا چرچا زوروں پر ہے، وہاں متعدد علمی سوسائیٹیاں قائم ہیں اور لوگ علوم عقلیہ کی تحصیل میں بہت جد و جہد کرتے ہیں''(۶)۔

یورپ نے ابن رشد کے نقش قدم پر نشأۃ ثانیہ کی ایسی عظیم الشان عمارت تعمیر کی جو عقل و مشاہدہ کے مضبوط اور استوار ستون پر قائم ہے۔ یورپ میں ان کی کتابوں کو بار بار شائع کیا گیا اور مسلسل تحقیق جاری رہی۔ بقول رینان ابن رشد کے کامل یا ناقص لاطینی ترجمے جو ۱۴۸۰ع اور ۱۵۴۰ع کے مابین ساٹھ سال میں شائع ہوئے ہیں بے شمار ہیں، کوئی سال ایسا نہیں جاتا تھا جس میں ایک نیا ایڈیشن شائع نہ ہوتا ہو، صرف ایک وینس میں پچاس ایڈیشن تک شمار میں آئے ہیں جن میں سے چودہ یا پندرہ کم و بیش مکمل تھے، چنانچہ چودھویں صدی سے لے کر سترھویں صدی تک یورپ میں عربی فلسفہ کا بول بالا رہا اور پندرھویں صدی میں یورپ کی یونیورسٹیوں میں صرف

ابن رشد ھی کا دور دورہ تھا اور کوئی دوسرا مفکر قابل توجہ نہیں رہا تھا۔

اھل یورپ نے مسلمانوں کے علوم اور ابن رشد کے فلسفہ سے اکتساب نور کرکے اس کی روشنی سے جو ترقی کی اسے اس طرح اپنا بنا لیا کہ بعد میں اپنی تاریخ فلسفہ سے عربی فلسفہ کی تاریخ اور اس کے اثرات کے ذکر کو یک قلم محو کر دیا۔ میں مثال کے طور پر ویب (Webb) کی تاریخ فلسفہ پیش کرتا ھوں، پوری کتاب میں صرف ایک جگہ ارسطو کے فلسفہ کے ضمن میں بڑی ناگواری کے ساتھ مسلمانوں کے لئے چند جملے ایک اختلافی مسئلہ کے باب میں لکھے ھیں۔ وہ لکھتا ھے کہ ''یہ اختلاف اس وجہ سے اور بھی زیادہ نمایاں اور ناگوار معلوم ھوتا تھا کہ ارسطو کی بعض اھم ترین تصانیف اسپین کے مسلمان ارباب علم و فضل کے ذریعہ اور ان حاشیوں اور شرحوں کے ساتھ آئی تھیں، ان میں سے ایک ابن رشد تھا جو ایک بہتر محشی و شارح مشہور تھا، جیسا کہ ارسطو بہترین فلسفی تھا، ابن رشد صرف برائے نام ھی مسلمان تھا،، (۷) آگے چل کر یہ مورخ فلسفہ یورپ کے اھل فکر کی تاریخ کو براہ راست یونان سے وابستہ کرتا ھے اور پندرھویں صدی سے لے کر سترھویں صدی تک فکری ارتقا میں مسلمانوں کا جو غیر معمولی حصہ رہا ھے اس کے بارے میں ایک سطر کا بھی روادار نہ تھا، یہی حال بڑے بڑے علمی مورخین مثلاً ھوفڈنگ، رائٹ وغیرہ کا ھے۔

میں نے ویب کی تاریخ فلسفہ کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا ھے کہ اس کا اردو میں ترجمہ حیدرآباد دکن سے شائع ھوا تھا اور اب اس ترجمہ کو بڑے اھتمام کے ساتھ کراچی یونیورسٹی نے شائع کیا ھے، جسے ڈاکٹر منظور احمد صاحب نے ایڈٹ کیا اور آخر میں ایک باب کا اضافہ کیا ھے۔

مسلمانوں میں ابن رشد کی جانب سے غفلت کی بڑی وجہ تو ان کی

تصنیفات تک نارسائی تھی لیکن دوسری اہم وجہ تقلیدی جمود اور علمی و فکری زوال تھا جیسا کہ ابن خلدون نے بیان کیا ہے۔

دنیا کی فکری تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علمی افکار میں کمال اسی وقت پیدا ہوا ہے جب دو تین سو سال تک دنیا میں امن و امان رہا ہے، مسلسل تین چار نسل تک مفکرین کو کام کرنے کا موقع ملا ہے، چراغ سے چراغ جلتے چلے گئے ہیں اور اہل علم کی کثیر تعداد تواتر کے ساتھ فکری ترقی کے لئے مشغول رہی ہے۔

ابن رشد سے پہلے چار پانچ سو سال تک اسلامی ممالک میں علمی ترقی نہایت سرعت کے ساتھ ہوتی رہی تھی، تمام دنیا کے افکار عربی میں منتقل ہو چکے تھے، علوم و فنون میں ایک سے بڑھ کر ایک باکمال پیدا ہو رہے تھے، مختلف اکیڈیمیاں اور معمل خانے سرگرم عمل تھے، علماء کی کثیر تعداد میں تواتر کے ساتھ علم منتقل ہوتا رہا تھا، اس تسلسل میں کوئی وقفہ پیدا نہیں ہوا تھا، چنانچہ ابن رشد سے پہلے وہ تمام باکمال اہل علم اپنا کام کر چکے تھے تاریخ افکار میں جن کا ذکر آتا ہے، مثلاً کندی، فارابی، بوعلی سینا، ابن باجہ، ابن طفیل، غزالی، جماعت اخوان الصفا وغیرہ۔ اور بعض ان کے ہم عصر تھے، مثلاً ابن طفیل اور شیخ اکبر ابن عربی۔

فلسفہ اور طب کے ائمہ فن کے علاوہ شریعت، طریقت اور سائنس کے علوم و فنون کی ترقی کا زرین عہد ابن رشد تک جاری تھا، تمام مشہور شاعر، ادیب، نحوی و صرفی، تنقید نگار، تمام ائمہ فقہ اور اصول فقہ، تمام محدثین، متکلمین، تمام مشہور قاضی، مفتی اور مقنن، تمام مشہور سائنس‌دان اور مصنفین اپنے علم سے دنیا کو فیضیاب کر چکے تھے، چنانچہ وہ تمام علوم و فنون جن میں اس وقت تک عربی نے کمال پیدا کیا تھا، ابن رشد نے سب میں تصانیف

چھوڑیں اور ہر ایک میں اپنی اجتہادی فکر، بالغ نظری اور تبحر علمی کی وجہ سے کمال کا اظہار کیا، یہی وجہ ہے کہ ابن رشد کو جدید علم کلام کا بانی اور ماہر فقیہ مانا جاتا ہے۔

ابن رشد نے جس طرح فلسفہ اور حکمت میں بوعلی سینا کو پیچھے چھوڑ دیا اسی طرح شریعت میں مالکی فقہ کی تہذیب و تدوین میں سب سے اعلی مقام حاصل کر لیا، علم کلام اور فلسفہ میں ان کے بعد کوئی اس پایہ کا شخص پیدا نہیں ہوا لیکن ابن رشد یورپ کے حصہ میں آئے اور غزالی مشرق کے حصہ میں۔

مغرب نے ابن رشد کی کتابوں کے سینکڑوں ترجمے کیے، تین سو سال تک یونیورسٹیوں میں پڑھتے پڑھاتے رہے، ان کے علم کلام فقہ اور اصول فقہ سے اپنے چرچ کے قوانین میں جلا پیدا کی، غرض عربوں کے علوم سے مغرب نے پورا پورا فائدہ اٹھایا، تجربہ اور مشاہدہ کو اپنا رہنما بنایا، عالم فطرت پر غور و فکر اور اس کی تسخیر کو اپنا ایمان قرار دیا، لہذا وہ ہمارے پیشرو بن گئے اور ہم ان کی تقلید تک نہ کر سکے، علامہ اقبال نے اس بات کو واضح کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ''مغربی تہذیب دراصل اسلامی تہذیب ہی کے بعض پہلوؤں کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے،، اس کے بعد ہماری ناکامی کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، بات یہ ہے کہ پچھلی متعدد صدیوں میں جب عالم اسلام پر ذہنی غفلت اور بے ہوشی کی نیند طاری تھی یورپ نے ان مسائل میں نہایت گہرے غور و فکر سے کام لیا جن سے کبھی مسلمان فلسفیوں اور سائنس دانوں کو دلی شغف رہا ہے، قرون وسطی سے لے کر اب تک جب مذاہب الہیات کی تکمیل ہوئی انسانی فکر اور تجربہ کی دنیا میں غیر معمولی وسعت پیدا ہو چکی ہے، فطرت کی تسخیر اور اس پر غلبے نے انسان کے

اندر ایک تازہ یقین اور ان قوتوں پر جن سے اس کے ماحول نے ترکیب پائی فضیلت کا ایک نیا احساس پیدا کر دیا ھے، نئے نئے نقطھائے نظر ھمارے سامنے آرھے ھیں، قدیم مسائل کو جدید تجربات کی روشنی میں حل کیا جا رھا ھے، نیز کئی ایک اور نئے مسائل پیدا ھوگئے ھیں، معلوم ھوتا ھے کہ عقل انسانی زمان و مکان اور علیت ایسے بنیادی معقولات کی دنیا سے بھی آگے نکل جائے گی، پھر جوں جوں افکار سائنس ترقی کر رھے ھیں، انسانی علم و ادراک کے متعلق بھی ھمارے تصورات بدل رھے ھیں، (۸)

علامہ ابن رشد نے سائنس کی ترقی، نئے نئے علوم کی ترویج اور نئے نئے نقطھائے نظر کا حل قرآن کی روشنی میں پیش کیا اور خالص قرآنی نقطھائے نظر کو اس طرح پیش کیا جس کے بعد اس عالم کی تسخیر اس کے علوم اور سائنس کی ترقی میں پورے طریقہ سے حصہ لینے اور نئے نئے مسائل پیدا کرکے ان کو حل کرنے اور آگے بڑھنے کا فریضہ انسانی فطرت کا داعیہ اور قرآنی حکمت کا موضوع بن جاتا ھے۔ اگر قرآن کی یہ واضح تبلیغ اور یہ اصول مسلمانوں نے پیش نظر رکھے ھوتے تو آج وہ علمی ترقی میں کسی طرح بھی یورپ سے پیچھے نہ رھتے۔

میرے سامنے اس وقت علم کلام پر ابن رشد کی دو کتابیں ھیں ایک مناھج الادلہ فی عقائد الملہ، اس میں ابن رشد نے معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، صوفیہ، وحدانیہ، وغیرہ تمام مکاتب فکر کی مختلف مسائل پر دلیلوں کو بیان کیا ھے اور پھر تمام فرقوں کے باھم تصادم اور مقابلوں پر محاکمہ کیا ھے، علم کلام کی یہ کتاب کل ایک سو سترہ صفحات کی ھے، مصر بغداد اور بیروت کی یونیورسٹیوں میں پیش نظر رھتی ھے، لیکن افسوس کہ برصغیر کے مدارس اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ اس سے قطعی واقف نہیں ھیں، ھماری یونیورسٹیوں

میں اسلامی افکار اور علم کلام پر یورپ والوں کی انگریزی میں ترجمہ کی ہوئی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

کتاب الادلہ سے جبر و قدر کا مسئلہ میں مختصر طور پر پیش کرتا ہوں۔ چونکہ قضا و قدر کا مسئلہ ہماری زندگی کے مسائل پر حاوی ہے، اور اسی کے اعتقاد کی بنیاد پر ہم پوری زندگی کے مسائل حل کرتے ہیں، آرزوؤں اور خواہشوں کی نشو و نما سے لے کر موت اور آخرت کے مسائل تک تمام اسی سے وابستہ نظر آتے ہیں، اس لئے زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی ہم اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، قضا و قدر کا مسئلہ ہمیشہ ہر مفکر کا دامن گیر رہا ہے، اس لئے ابن رشد کے منہاج شریعت کو سمجھنے کے لئے مثال کے طور پر بھی یہی مسئلہ پیش کر رہا ہوں۔

مسلمان مفکرین کے لئے یہ مسئلہ اس لئے بھی مشکل ہوگیا کہ قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا اور وہی سب کچھ کرتا ہے، دوسری بہت سی آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندہ اپنے افعال میں آزاد ہے وہ جو چاہے کرے لہذا وہ جو کچھ کرے اس کا وہ جواب دہ ہے۔ بظاہر یہ تضاد ہے، اس لئے مسلمانوں کے دو گروہ ہوگئے، اہل جبر اور معتزلہ، پھر ان دونوں میں توافق کی کوشش کی گئی۔ علماء کا یہ گروہ اشعریہ کہلایا لیکن یہ لوگ زیادہ کامیاب نہیں ہوئے بلکہ اہل جبر کے قریب ہی رہے،، ، اس کے بعد ایک گروہ نے معتزلہ کی رائے کی تنقید کی لیکن ان کی دلیلیں بھی بالکل ناکام رہیں۔ یہ گروہ ماتریدی کہلایا۔ ان سب کے بعد ابن رشد نے اس مسئلہ کا حل پیش کیا۔ یہ ایسا حل ہے جسے عقل بھی قبول کرتی ہے اور شریعت کا منشا بھی معلوم ہوتا ہے۔

جبریہ فرقہ کے سرگروہ جہم بن صفوان کی رائے تو یہ تھی کہ ''لوگوں کے افعال خود ان سے سرزد نہیں ہوتے بلکہ اللہ ان کا خالق ہے، یہاں تک کہ اضطراری افعال جیسے ہاتھ کا رعشہ اور اختیاری افعال جیسے کلام اور حرکت دونوں میں وہ فرق نہیں کرتے، ہر کام میں انسان مجبور محض ہے اور اس طرح انھوں نے انسان کا مرتبہ حیوان سے بھی گرادیا، وہ اپنی دلیلوں میں اس قسم کی آیتیں پیش کرتے ہیں کہ ''واللہ خالق کل شئی، واللہ خلقکم وما تعملون،، وغیرہ، حالانکہ ان آیتوں کا مطلب واضح ہے۔ بندہ کی قدرت اور ہے اور اللہ کی قدرت اور، اس طرح اللہ کی تخلیق اور ہے، اور بندہ کی تخلیق اور، لیکن انھوں نے خدا کو بندے پر قیاس کرلیا۔

معتزلہ اس کے برخلاف اس بات کے قائل ہیں کہ انسان اپنے افعال میں قطعی مختار ہے، انسان نے اگر کوئی کام کیا تو وہی اس کا خالق ہے۔ البتہ اضطراری افعال جن کا ارادہ سے تعلق نہیں ہے، وہ انسان کی تخلیق نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر یہ افعال انسان کے اختیاری نہیں ہوتے تو عذاب و ثواب لازم نہ ہوتے، دلیل میں اس قسم کی آیتیں پیش کرتے ہیں۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ، و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ، وغیرہ

اس جبر و اختیار کے تضاد کو رفع کرنے اور ان میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہوئی لھذا اشعریہ نے جبریہ اور معتزلہ کا درمیانی راستہ اختیار کیا لیکن وہ دلائل کے بجائے الفاظ کے الٹ پھیر میں پھنس گئے'

انہوں نے کہا انسان کے افعال ارادے کے تابع ہیں، یعنی انسان جب کسی فعل کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس لمحہ اس کے نفس میں اس فعل کے کرنے کی قدرت پیدا (خلق) کر دیتا ہے، یہ کسب ہے یہ تخلیق نہیں ہے، انسان نے اگر قتل کا ارادہ کیا تو اسی لمحہ اللہ نے اس میں قتل کی قوت پیدا کر دی، اس دلیل کی کمزوری ظاہر ہے، اس میں اشعری جبریہ سے زیادہ قریب ہو گئے اور جہد و کوشش کا ان کے یہاں کوئی مقام نہیں رہا،

ماتریدی خلق افعال میں معتزلہ کے خلاف ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ طاعت اور معصیت کے تضاد میں بندہ کو اصلاح کی قدرت ہے، بندہ اس قدرت کی توجیہ پر مختار ہے، لیکن چونکہ انسان مخلوق ہے اس لئے اس کے افعال بھی اللہ کی مخلوق ہیں اس طرح معتزلہ سے ان کا اختلاف لفظی رہ جاتا ہے اس لئے کہ ماتریدی کہتے ہیں بندہ افعال کا اکتساب کرتا ہے اور معتزلہ کہتے ہیں تخلیق کرتا ہے نتیجہ دونوں کا ایک ہے اصطلاحیں دو ہوگئیں لیکن معنی ایک ہی ہے۔

ابن رشد نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے وہ جدلی طریقہ اختیار نہیں کیا جو اہل کلام کا طریقہ تھا، بلکہ انہوں نے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور پورے عناصر کا مطالعہ کیا اور پھر استقرائی طریقہ اختیار کیا جو قرآن کا طریقہ ہے، انہوں نے اول تو دونوں فریقوں کے دلائل و شواہد کی نصوص پیش کیں، ان کے دلائل کا جائزہ لیا اور پھر اپنا نظریہ پیش کیا۔

ابن رشد کہتے ہیں کہ دونوں متضاد قوتیں اللہ نے بندے میں ودیعت کی ہیں لیکن ان پر اختیار مطلق نہیں ہے بلکہ خارجی اسباب سے مقید ہے، یہ خارجی اسباب کائنات کے داعیے اور طبیعات کے مقتضیات ہیں، یہی اسباب

ہمارے افعال میں معاون اور کبھی مانع بن جاتے ہیں، ان خارجی اسباب میں انسانی فطرت، جبلت، ماحول، اور کائنات کا باقاعدہ نظام شامل ہے، اور یہی اللہ کی قدرت ہے، ان تمام اسباب اور نظام کائنات کو اللہ تعالی نے ہماری تسخیر کے لئے بنایا ہے، یہ رات دن، یہ شمس و قمر، یہ پانی یہ ہوا، یہ بارش یہ سمندر، یہ پہاڑ، ہر انسان کے داخلی اسباب نفسیات، ذہنی ترقی وغیرہ، غرض یہ تمام انسان کے داخلی اور خارجی اسباب اللہ تعالی نے انہیں ہمارا مسخر کر دیا ہے، اللہ تعالی نے ہمیں قوت عطا کی ہے کہ ہم ان متضاد قوتوں پر قابو پالیں اور اپنے ارادے کی تکمیل کریں، ارادے ہمارے تخیل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے شوق دلاتے ہیں اور ہم علم و حکمت کے ذریعہ جو اسباب زمانی ہیں اپنے افعال کی تکمیل کرتے ہیں اور قدرت ہماری آرزوؤں کی تکمیل میں ہماری مساعد ہوتی ہے۔(۹)

جن خارجی پہلوؤں کی تسخیر پر ابن رشد نے زور دیا ہے ان کی سبب علامہ اقبال لکھتے ہیں،

''اگر ہم اس سے (یعنی خارج سے) غفلت برتتے ہیں یا اسے اپنے قابو میں لانے کی کوشش نہیں کرتے ہیں تو نا ممکن ہے کوئی زندہ اور پائدار تمدن قائم کر سکیں، ایشیا بلکہ دنیائے قدیم کے سارے تمدن محض اسی لئے ناکام رہے کہ انہوں نے حقیقت کی طرف داخل کی راہ سے قدم بڑھایا اور پھر داخل سے خارج کی طرف۔ یوں انہوں نے نظریات تو قائم کرلئے مگر طاقت سے محروم ہوگئے اور ظاہر ہے صرف نظریوں کی بناء پر کوئی پائدار تمدن قائم نہیں ہو سکتا۔(۱۰)

ابن رشد کی دوسری مستند اور سب سے اہم کتاب علم کلام پر فصل

المقال ہے، یہ چالیس صفحوں کی مختصر کتاب جامعیت اور حکمت کے لحاظ سے عربی فکر کا خلاصہ ہے، مسلمانوں کی ترقی کا راز اور قرآنی حکمت اس میں بند ہے اسلامی فکر اور علم کی ترقی کے اصول اس میں بیان کئے گئے ہیں، اس میں مفکرین کے لئے ایک طریقہ کار مقرر کیا گیا ہے اور علمی جہانگیری کے ضوابط اس میں درج کر دئیے گئے ہیں۔ یہ کتاب یورپ سے انگریزی کے علاوہ مختلف زبانوں میں کئی دفعہ شائع ہوئی، اس کا بہترین نسخہ ۱۹۶۴ع میں جارج حورانی نے ایڈٹ کرکے لندن سے عربی میں شائع کیا،

آخر میں وہ خیالات بھی سن لیجئے جن پر انہوں نے اپنی کتاب فصل المقال کو ختم کیا ہے، وہ کہتے ہیں قرآن سب کے لئے ہے، لہذا جن کی عقل ظاہر تک محدود ہے انہیں وہیں تک رکھنا چاہئے لیکن جو اہل حکمت ہیں وہ باطن سے واقفیت حاصل کریں، لیکن تقوی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، اختلاف کو مٹائیں، محبت کو بڑھائیں اور فرقے مٹائیں، اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا اور اپنے فضل سے ہدایت فرمانے والا ہے۔(۱۱)

حواشی

۱۔ مقدمہ ابن خلدون، قاہرہ، ص ۲۳۳
۲۔ ابن رشد۔ محمد یونس انصاری، ص ۱۳۱
۳۔ معجم المطبوعات، سرکیس، قاہرہ ۱۹۲۸ء (تذکرہ ابن رشد)
۴۔ عیون الانبا فی طبقات الاطباء، ابن ابی اصیبعہ (ابن رشد)
۵۔ ابن رشد و فلسفہ، رینان، ص ۱۰۳
۶۔ مقدمہ ابن خلدون۔ قاہرہ، ص ۲۳۲
۷۔ ویب، تاریخ فلسفہ، حیدرآباد دکن، ص ۹۷، کراچی یونیورسٹی ایڈیشن ص ۹۲
۸۔ اقبال، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، ص ۱۱
۹۔ اقبال۔ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، لاہور ۱۹۵۸ء ص ۱۸
۱۰۔ اقبال۔ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، لاہور ۱۹۵۸ء ص ۲۲
۱۱۔ ابن رشد، کتاب فصل المقال، لیدن، ۱۹۵۹ء